السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بلال کا عابد کے ساتھ جھگڑا ہوگیا، بلال نے اپنے بیوی سے کہا کہ اگر تم عابد کے گھر گئی تو میں تم کو طلاق دے دوں گا، اب مسئلہ یہ ہے کہ بلال یقین کی حد تک یا یقین سے کہتا ہے کہ اس نے قسم نہیں کھائی ہے اور اس کے الفاظ یہی تھے کہ اگر اس کی بیوی عابد کے گھر گئی تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔ جب کہ جو لوگ موجود تھے وہ بھی شک میں ہیں کہ اصل الفاظ کیا تھے۔ جس کی وجہ سے بلال کو بھی شک پڑ جاتا ہے۔ کیا اس حالت میں بلال کا یقین صحیح ہے یا شرط پوری ہونے پر طلاق واقع ہوگی۔ ؟ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔ جزاکم اللہ خیرا

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

پہلی بات تو یہ ہے کہ مسلمان کے لیے مشروع تو یہ ہے کہ وہ اپنے گھریلو جھگڑوں میں طلاق کے استعمال سے اجتناب کرے، اس لیے کہ طلاق کا انجام صحیح نہیں ہوتا، بہت سے لوگ طلاق کے معاملہ میں سستی اور تساہل کا مظاہرہ کرتے ہیں جب بھی ان کے مابین کوئی گھریلو جھگڑا ہو فوراً طلاق کی قسم اٹھا لیتے ہیں، اور جب بھی دوست واحباب کے مابین جھگڑا ہوا طلاق کی قسم اٹھالی۔۔۔ اور اسی طرح یہ تو اللہ تعالی کی کتاب سے ایک قسم کا کھیل ہے، دیکھیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دینے والے شخص کو کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنے والا قرار دیں تو پھر اس شخص کو کیا کہیں گے جو طلاق کو اپنی عادت ہی بنا لے؟

اور جب بھی اپنی بیوی کو کسی چیز سے منع کرنا چاہا یا پھر کسی کام کرنے کو کہنا چاہا طلاق کی قسم اٹھالی؟

امام نسائی رحمہ اللہ تعالی نے محمود بن لبید سے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے شخص کے بارہ میں بتایا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق اکٹھی دے دی تھیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصہ سے اٹھے اور فرمانے لگے

أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللَّهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ حَتَّى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلاَ أَقْتُلُهُ. قال الحافظ: رجالہ ثقات اہـ وصححہ الألبانی فی غایۃ المرام (261)

میرے ہوتے ہوئے بھی کتاب اللہ سے کھیلا جارہا ہے حتی کہ ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اسے قتل نہ کردوں۔ سنن نسائی حدیث نمبر (3401)

حافظ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں، اور علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے غایۃ المرام (261) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں:

ہؤلاء السفہاء الذین یطلقون ألسنتہم بالطلاق فی کل ہین وعظیم، ہؤلاء مخالفون لما أرشد إلیہ النبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فی قولہ: (مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمُتْ) رواہ البخاري (2679). فإذا أراد المؤمن أن یحلف فلیحلف باللہ عز وجل، ولا ینبغي أیضاً أن یکثر من الحلف لقولہ تعالی: (وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ) المائدۃ/89. ومن جملۃ ما فسرت بہ الآیۃ أن المعنی: لا تکثروا الحلف باللہ.

یہ بیوقوف لوگ جو اپنی زبانوں پر ہر چھوٹے اور بڑے معاملے میں طلاق طلاق کرتے پھرتے ہیں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی کے بھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بھی مخالف ہیں:

جو شخص بھی قسم اٹھانا چاہے وہ اللہ تعالی کی قسم اٹھائے وگرنہ خاموش ہی رہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (2679)

تو مومن جب بھی قسم کا ارادہ کرے تو اللہ تعالی کی قسم اٹھائے، اور اس کے لیے یہ بھی لائق نہیں کہ وہ کثرت سے قسمیں ہی اٹھاتا رہے اس لیے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے

''اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو'' (المائدۃ: 89)

اس آیت کی جو تفسیر کی گئی ہے وہ بالجملہ یہی ہے کہ اللہ تعالی کی قسم کثرت سے نہ اٹھایا کرو۔

اور رہا یہ مسئلہ کہ طلاق کی قسم اٹھالی جائے مثلاً یہ کہا جائے: اگر تم یہ کرو تو طلاق، اگر یہ نہ کرو تو طلاق، یا پھر یہ کہے: اگر میں ایسا کروں تو میری بیوی کو طلاق، اگر ایسا نہ کروں تو میری بیوی کو طلاق، اور اس طرح کے دوسرے کلمات، تو یہ سب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ھدایت وراہنمائی اور سنت کے خلاف ہے۔ (دیکھیں فتاوی المراۃ المسلمۃ: 753/2)

دوسری بات:

رہا مسئلہ کہ اس سے طلاق واقع ہوتی ہے کہ نہیں؟ تو اس میں خاوند کی نیت کا دخل ہے اگر اس نے طلاق کی نیت کی اور بیوی کو قسم دی کہ وہ ایسا کام نہ کرے تو بیوی کے وہ کام کرنے سے طلاق واقع ہوجائے گی، اور اگر وہ اس

میں طلاق کی نیت نہیں کرتا بلکہ صرف اس نے تو منع کرنے کی نیت کی تھی تو اس کا حکم قسم کا ہوگا۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں :

الراجح أن الطلاق إذا استعمل استعمال اليمين بأن كان القصد منه الحث على الشيء أو المنع منه أو التصديق أو التكذيب أو التوكيد فإن حكمه حكم اليمين لقول الله تعالى : (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (1) قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ) التحريم /1-2. فجعل الله تعالى التحريم يميناً . ولقول النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى) البخاري (1) ، وهذا لم ينو الطلاق وإنما نوى اليمن أو نوى معنى اليمين فإذا حنث فإنه يجزئه كفارة يمين ، هذا هو القول الراجح (فتاوى المرأة المسلمة : 2/754)

راجح یہ ہے کہ جب طلاق کو قسم کی جگہ پر استعمال کیا جائے ، یعنی اس کا مقصد یہ ہو کہ کسی کام کے کرنے پر ابھارا جائے یا پھر کسی کام سے منع کرنا ، یا کسی کی تصدیق یا تکذیب کا تاکید مقصود ہو تو اس کا حکم بھی قسم جیسا ہی ہے اس لیے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے :

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ تعالی کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کیوں کرتے ہو تم اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہو ، اللہ تعالی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے ، اللہ تعالی نے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے ۔

تو اللہ تعالی نے یہاں پر تحریم کو قسم قرار دیا ہے ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمان ہے :

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ، اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے''

اور یہ قسم اٹھانے والا طلاق کی نیت تو نہیں کر رہا بلکہ اس نے قسم کی نیت کی یا پھر قسم کا معنی مراد لیا ہو تو اگر وہ قسم کو توڑے اس کے لیے قسم کا کفارہ ادا کرنا ہی کافی ہے ، اس میں راجح قول یہی ہے ۔

لجنۃ دائمۃ (مستقل فتوی کمیٹی) سے مندرجہ ذیل سوال کیا گیا :

جو شخص اپنی بیوی کو یہ کہے : میرے ساتھ اٹھو وگرنہ طلاق ، اور وہ اس کے ساتھ نہ اٹھے ، تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی ؟

لجنہ کا جواب تھا :

إذا كنت لم تقصد إيقاع الطلاق وإنما أردت حثها على الذهاب معك فإنه لا يقع به طلاق ويلزمك كفارة يمين في أصح قولي العلماء ، وإن كنت أردت به إيقاع الطلاق إذا هي لم تستجب لك وقع به عليها طلقة واحدة اهـ فتاوى اللجنة الدائمة (20/86).

اگر آپ نے اس سے طلاق مقصود نہیں لیا بلکہ اپنے ساتھ جانے کے لیے ابھارا ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی ، علماء کے صحیح قول کے مطابق آپ کو اس پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہے ۔

اور اگر آپ نے اس سے طلاق مراد لی ہے اور اس نے آپ کی بات نہیں مانی تو اس پر ایک طلاق واقع ہو گئی ہے ۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب